وضوح المنهج وأثره في
الدعوة إلى الله

دعوت دین میں منہجی امتیاز
اور اسکا اثر

مولف:

شیخ محمد بن رمزان ہاجری حفظہ اللہ

لیکچر بمقام:

مسجد قباء، مدینہ نبویہ، ۱۵/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. اما بعد۔

فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة بالنار.

اما بعد:

جیسا کہ آپ لوگوں نے سنا کہ آج کے اس لیکچر کا عنوان" دعوت دین میں منہجی امتیاز اور اسکا اثر" ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کیلئے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، اور تمام انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد یہی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)۔

یہی تمام انبیاء ورسل کی دعوت ہے کہ انکا مقصد، ہدف، وسیلہ اور پیش کرنے کا طریقہ سب واضح اور ممتاز ہوتا ہے۔

یہی مقصد کے واضح اور ممتاز ہونے کی وجہ سے قوم کو یہ ادراک اور احساس ہوتا ہے کہ داعی ان سے کیا کہنا چاہتا ہے؟ اسی مقصد کی وضاحت کی خاطر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل قریش کو مکہ میں اکٹھا کیا تھا تاکہ انہیں اپنی دعوت کا واضح مقصد بتا سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک بات کہنا چاہی، تو انہوں نے کہا کہ دس باتیں کہہ سکتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے میری قوم! لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت کے پہلے ہی زینے پر بالکل واضح تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھل کر اسلئے کہا کیوں کہ آپ کو ایسا کہنے کیلئے اللہ کی طرف سے حکم آیا تھا، ارشاد ہوا: (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: پس جو حکم تم کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔ (الحجر: ۹۴)۔

عقیدے اور توحید میں اسی طرح کی وضاحت ہوتی ہے۔

مگر اس وضاحت کے ردعمل میں سامنے کیا ملا؟ ہٹ دھرمی اور دشمنی وعناد حاصل ہوا، کفار قریش نے کہا: سارا دن تیرے لئے تباہی ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا؟

اس پر اللہ تعالی نے یہ سورت نازل کر دی، ارشاد باری تعالی ہے: (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ [1] مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ [2] سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ) ترجمہ: ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ [1] نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ [2] عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہو گا۔ (المسد: ۳)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بالکل اسی طرح واضح تھی، اسی لئے کفار مکہ نے اس پر

تعجب کا اظہار بھی کیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ[4] أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ) ترجمہ: اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ [4] کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقینا بہت عجیب بات ہے۔(ص:۵)۔

غور کریں! کس طرح یہ لوگ دعوت حق پر تعجب کر رہے ہیں!

اور بیانگ دہل اس وضاحت اور بیان پر کیا ملا سوائے اس کہ وہ نفرت کرنے لگے اور اسی کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہوئے چلے گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ) ترجمہ: اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔(ص:٦)۔

انہوں نے دراصل اس دعت حقہ سے مقابلہ کرنے کی آپس میں ایک دوسرے کو تلقین کی، کیونکہ اس دعوت کا مقصد بالکل واضح تھا، اسی لئے لوگوں نے یہ دشمنی اٹھائی۔

ذرا غور کریں! اس وضاحت کے مقابلے انکے کیا اعتراضات تھے؟ اپنے باطل دعوؤں اور صریح مخالفتوں کے ساتھ اعتراضات کر رہے ہیں، بلکہ کفریہ ملتوں سے احتجاج کر رہے ہیں، کیونکہ کفریہ ملتیں کبھی بھی وضاحت کو پسند نہیں کرتیں ہیں، جیسا کہ یہودیوں نے کیا کہ جب انہیں قریش کے موقف کا پتہ چلا تو انہوں نے انکی سراہنا کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ قریش باطل پر ہیں،

قریش والوں نے کیا کہا تھا؟ اللہ تعالی نے انکے قول کو نقل کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ) ترجمہ: ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔ (ص: ۷)۔

یعنی ابھی تو ہم نے تثلیث کے بارے میں سنا تھا، اور وہ نصاری ہیں، اور تم تو توحید کی طرف دعوت دے رہے ہو کہ اللہ ایک ہے۔

دراصل انہوں نے نصاری کی تحریف سے استدلال کیا، غور کریں کس طرح باطل پرست باطل کو دلیل بناتے ہیں تاکہ لوگوں کو حق کی راہ سے روک دیں جبکہ حق بالکل واضح ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا) ترجمہ: اور کہہ دیں حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔ (الاسراء: ۸۱)۔

حق کی دعوت بالکل واضح ہوتی ہے، بلکہ پہلے ہی پیشکش میں، دیکھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آتا تھا اور ایک ہی مجلس میں بدل کر جاتا ہے، ایک ہی مجلس میں تبدیلی آجاتی تھی، کیونکہ آپ کی دعوت کا مقصد بالکل واضح تھا؟

سوائے اہل سنت اور سلف کے متوالو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والو! اپنے مقصد کو آپ بھی ایسے ہی واضح رکھو، کیونکہ وضاحت سے راستہ مختصر ہو جاتا ہے، سو جب دعوت کا مقصد واضح ہوتا تو مدعو کے اندر اس کا جلد اثر ہوگا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آتے تھے اور ایک ہی مجلس میں متاثر ہو جاتے تھے، اسی طرح انبیاء کے پیروکاروں کی دعوت بھی بالکل واضح ہونی چاہئے۔

یہ وضاحت اجالے کی طرح ہے جیسے کہ چاشت کا وقت ہوتا ہے، بالکل واضح روشنی، برخلاف غلس اور تاریکی کے برخلاف تلون مزاجی اور پیچیدگی کے، برخلاف پہیلی بجھانے اور اندھیرے میں رکھنے کے، یہ سب واضح موقف کے خلاف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سب کیلئے واضح ہے، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں مسجد قبا سے مدینہ کیلئے دن کے اجالے میں روانہ ہوئے، اسی طرح آپ کی دعوت بھی بالکل واضح تھی، یہی وجہ ہے کہ منافقین نے پردے کے پیچھے سے سارا کھیل کھیلا اور بظاہر اسلام کا اعلان تو کر دیا مگر کفر کو دل میں چھپائے رکھا، باطل پرستوں کی دعوت اسی طرح ہوتی ہے، یہ اپنی دعوت کو واضح نہیں کرتے، جب کہ دعوت حقہ کے علمبردار اپنی دعوت کو بالکل واضح رکھتے ہیں، اس لئے وضاحت اور علانیہ کو لازم پکڑو اور پراسراریت اور پیچیدگی سے دور رہو۔

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بالکل واضح اور ممتاز ہے، اب اگر آپ کسی کو پائیں جو اس منہج نبوی پر نہ ہو تو جان لیں کہ وہ منہج نبوت کے خلاف ہے، کیونکہ عقیدہ توحید اور دعوت وتبلیغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدف بالکل واضح تھا، ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ[86] إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ[87] وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ) ترجمہ: کہہ دیں میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ [86] نہیں ہے یہ مگر ایک نصیحت تمام جہانوں کے لیے۔ [87] اور یقینا تم اس کی خبر کچھ وقت کے بعد ضرور جان لوگے۔(ص:۸۸)۔

اسی طرح تمام انبیاء کی دعوت کا مقصد بالکل واضح تھا، ارشاد باری تعالی ہے:(اعْبُدُوا

اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ) ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ (ھود: ۵۰)۔ یہ انبیاء کی دعوت تھی۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصلحت کے بندوں نے آ کر سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی، جسے معاصر زبان میں اس سمجھوتے کو مشترک اہداف کہہ سکتے ہیں، اور یہی حزبیوں کے یہاں آپسی تعاون اور معذرت والے قاعدے سے معروف ہے کہ کچھ چیزوں سے تنازل کر کے اختلافی امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے، اور متفق علیہ امور میں متحد رہیں گے۔ سوال یہ ہے کہ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا سمجھوتہ رکھا؟ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کا بادشاہ بنانا چاہا، اور کہا کہ آپ تمام امور کے مالک ہوں گے، ہم آپ کی اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے، اس کے انکار کے بعد انہوں نے مال و دولت کی پیشکش کی اور کہا کہ ہم آپ کو مکہ کا سب سے بڑا مالدار بنا دیں گے، پھر اسکے بعد سب سے زیادہ خوبصورت عورت سے شادی کرنے کی پیشکش رکھی۔

مگر یہ لوگ اپنے تمام سمجھوتوں میں فیل ہو گئے، انہوں نے سیاست واقتدار اور چودھراہٹ کی بھوک میں یہ چالیں چلی تھیں مگر ناکام ہو گئے۔ اسلئے انہوں نے بھی کھل کر دوسرا راستہ اختیار کرلیا۔

حقیقت یہی ہے کہ جو مقصد واضح ہوتا ہے وہ سمجھوتوں اور پیچیدگیوں کی راہ نہیں تلاش کرتا، مال و دولت اور اقتدار کی لالچ اسے اپنے پھندے میں نہیں پھنسا سکتے، دولت کے بھوکے اور دجل وحیل کے رسیا اس واضح راہ میں نہیں ٹک پاتے ہیں، سب اس راہ میں ڈھیر ہو جاتے ہیں

بطور خاص عورتوں کے مسئلے میں جو کہ زیرک انسان کو بھی اس طرح حیران کر دیتا ہے کہ وہ بھی اس میدان میں چت ہو جاتا ہے۔

محترم بھائیو!

یہ تین طرح کے کمر توڑ سمجھوتے تھے، میں بطور خاص طلبہ سے کہوں گا کہ ان تینوں میں بڑے محتاط رہیں، کیونکہ مسئلہ دعوت اور منہج کے واضح ہونے کا ہے، اور دعوت دین میں اسکے اثر انداز ہونے کا مسئلہ ہے، ان تینوں میں سے کسی بھی فتنے کا اگر شکار ہوئے تو دعوت کے میدان میں اس کا برا اثر پڑے گا۔

اسی طرح دعوت کے میدان میں استدلال بھی بہت واضح ہونا چاہئے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ) ترجمہ: میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳)۔

نبوی منہج اسی طرح بالکل روشن اور واضح ہوتا ہے، بطور خاص فتنوں اور گمراہوں کے وقت، کہ یہ منہج صحیح دلیل پر قائم ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تركتُ فيكم شيئَينِ، لن تضِلوا بعدهما: كتابَ اللهِ، وسُنَّتي، ولن يتفرَّقا حتى يَرِدا علَيَّ الحوضَ۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے درمیان میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں انہیں جب تک تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے: ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت، اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ حوض پر نہ آجائیں۔ (مستدرک حاکم: ۳۱۹)۔

جی ہاں، یہ منہج کتاب وسنت پر قائم ہے، جسکا استدلال، مرجعیت اور تحاکم سب واضح ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تمہارے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تمہیں اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تم فیصلہ کر دو اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔ (النساء: ۶۵)۔

موقف کا واضح ہونا بھی ایک آزمائش ہے، یہ بہت دشوار اور مشکل امر ہے، اسی لئے بہت سارے لوگ اسے چھوڑ بیٹھتے ہیں، اس لئے میں کہتا ہوں کہ اے میرے سنی نوجوانو! اسی پر تم جمے رہو جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی موقف پر جمے رہے، خواہ کوئی معمولی امر ہی کیوں نہ ہو۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، ایک شخص جسکا خون رائیگاں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام پر بیعت کرنے کیلئے آیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس آدمی کو دیکھ رہے ہیں اور کبھی صحابہ کی طرف، لیکن جب اس شخص نے بار بار ہاتھ بڑھایا تو آپ نے اس سے بیعت کرلی، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ اخْتَبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَجَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى، فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: " أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ، فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ أَلَّا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ".

ترجمہ: سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا، پھر آپ نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکھڑا کیا، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! عبداللہ سے بیعت لے لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا، ہر بار آپ انکار فرماتے رہے، پھر تین دفعہ کے بعد آپ نے اس سے بیعت لے لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”کیا تم میں کوئی ایسا نیک بخت انسان نہیں تھا کہ اس وقت اسے کھڑا ہوا پا کر قتل کر دیتا، جب اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ میں اس سے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ روکے ہوئے ہوں“ تو لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کا جو منشا تھا ہمیں معلوم نہ ہو سکا، آپ نے اپنی آنکھ سے ہمیں اشارہ کیوں نہیں کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی نبی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ کنکھیوں سے پوشیدہ اشارے کرے“۔ (سنن ابی داود: ۴۳۵۹)۔

آپ غور کریں! ادنی اشارہ بھی جو مشکوک ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج میں جگہ نہیں تھی، کیونکہ جب وہ منہج بالکل واضح ہوتا ہے، اس میں اشارہ کنایہ اور تلون مزاجی نہیں ہوتی ہے۔

اس لیے تلون مزاج ہواؤں کے دوش پر پھرنے والوں سے دور رہو، کہ اگر وہ کہیں دیکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعہ کہ ہوا چل رہی ہے تو وہ وہاں پر سنی بن جاتے ہیں، وہ خوب چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں، مگر ایسے لوگوں کی زبان کے خدوخال سے آپ سمجھ لیں گے، کیونکہ ہوائیں اپنے ساتھ گندگی بھی لاتی ہیں، جو اپنا کچھ نہ کچھ اثر ضرور چھوڑتی ہیں، چنانچہ یہ لوگ ہزار چہروں والے ہیں، یہ رنگ بدلتے رہتے ہیں، ایسے ناخلف لوگوں سے بچو، انکی اس وقت بہت کثرت ہے، یہ منہج نبوت اور سلف صالح کے طریقے کو نہیں چاہتے ہیں، یہ خلف کا طریقہ چاہتے ہیں۔ سلف صالحین کے منہج پر چلنا نہیں چاہتے۔

دعوت میں واضح موقف کی ایک خصوصیت یہ ہیکہ اس سے دعوتی پیغام بڑی آسانی اور جلدی سے پہونچ جاتی ہے، کیونکہ مخاطب، مدعو اور سامع کیلئے بات بالکل واضح ہوتی ہے۔ اسی لئے مدعو بآسانی اپنی مراد کو پا جاتا ہے۔

یہ واضح موقف صرف دعوت کے میدان ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں یہی موقف ہونا چاہئے۔

عقیدے میں اپنا موقف واضح رکھے، دعوت میں واضح رکھے، اگر اسماء وصفات کے باب میں آئے تو وہاں بھی واضح رکھے بایں طور کہ ان تمام اسماء وصفات کو ثابت مانے جنہیں اللہ نے اپنے لئے ثابت کیا ہے اور نفی کرے ان تمام صفات کی جن سے اللہ نے خود کو نفی کیا ہے، اس میں

کوئی تشبیہ اور تاویل کی ضرورت نہیں ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (الشوری: ۱۱)۔

اور جب عبادت کے مسئلے میں آئے تو یہاں بھی واضح موقف رکھتا ہے، وہ استغاثہ صرف اللہ سے کرتا ہے، پکارتا صرف اللہ کو ہے، شفا صرف اللہ سے مانگتا ہے، قسم صرف اللہ کی کھاتا ہے، نذر و نیاز صرف اللہ کیلئے مانتا ہے، یہاں بھی اسکا موقف بالکل واضح ہوتا ہے، کسی طرح کے تلون مزاجی اور شرک و بدعات کا شکار نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح جب اتباع رسول کے مسئلے میں آتا ہے تو یہاں بھی اسکی پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے، کیوں کہ یہاں معاملہ شریعت کا ہے، اور اللہ تعالی فرماتا ہے: (فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) ترجمہ: پس تم خوب ثابت قدم رہو، جیسے تمہیں حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنھوں نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (ھود: ۱۱۲)۔

کیونکہ شریعت میں جب اور جہاں جیسے حکم آجائے حسب استطاعت اسے قبول کرنا واجب ہے، جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ، فَقَالَ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ ". فَقَالَ رَجُلٌ: فِي كُلِّ عَامٍ؟

فَسَكَتَ عَنْهُ حَتَّى أَعَادَهُ ثَلاثًا فَقَالَ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ مَا قُمْتُمْ بِهَا، ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالشَّيْءِ، فَخُذُوا بِهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا تو فرمایا: "اللہ عزوجل نے تم پر حج فرض کیا ہے" ایک شخص نے پوچھا: کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے یہاں تک اس نے اسے تین بار دہرایا تو آپ نے فرمایا: "اگر میں کہہ دیتا ہاں، تو وہ واجب ہو جاتا، اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اسے ادا نہ کر پاتے، تم مجھے میرے حال پر چھوڑے رہو جب تک کہ میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑے رکھوں، تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہوئے، جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو۔ اور جب کسی چیز سے روکوں تو اس سے باز آجاؤ"۔ (سنن نسائی: ۲۶۲۰)۔

اتباع منہج اور اتباع رسول کے موقف کے واضح ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (یوسف: ۱۰۸)۔

یعنی میری دعوت اور اسکا ہدف بالکل واضح ہے۔

میں توحید باری کی طرف دعوت دیتا ہوں،کسی غیر اللہ کی طرف میری دعوت نہیں ہے، نہ کسی تنظیم کی طرف ہے اور نہ ہی کسی جماعت کی طرف، نہ کسی فرقے کی طرف ہے اور نہ ہی کسی تحریک کی طرف، میری دعوت صرف اللہ کی طرف ہے۔

اور میری یہ دعوت علم و بصیرت کی روشنی میں ہے،ضلالت و جہالت اور تاریکی پر مبنی نہیں ہے، آخر ایسا شخص کا چیز کی طرف دعوت دے گا؟ ایک شخص علم حاصل کرنے کے بعد دعوت دیتا ہے اور ایک بغیر علم کے درعت دیتا ہے، دونوں میں بہت فرق ہے، ایک علم و بصیرت کی روشنی میں حجت و برہان کے ساتھ دعوت دیتا ہے اور جس کے پاس علم و بصیرت نہیں ہوتی ہے وہ خوابوں اور کہانیوں میں الجھا کر لوگوں کو مزید خرافات اور بدعات میں جھونک دیتا ہے۔

ایسا شخص کو چیز کی طرف دعوت دے گا، وہ مختلف افکار و نظریات کی طرف دعوت دے گا، اور سب کو خلط ملط کر کے کہے گا کہ یہ سنی دعوت ہے۔

چنانچہ ایسے ہی لوگ کہتے ہیں کہ میری دعوت سلفی صوفی اور سیاسی ہے! ایسا شخص تمام تناقضات کو ایک ساتھ جمع کر لیتا ہے۔

اور ایک دوسرا آکر کہتا ہے کہ میرا عقیدہ سلفی ہے، میں چشتی،سہروردی، قادری اور نقش بندی طریقے پر بیرے کرتا ہوں! آخر یہ کیسا منہج ہے؟!

اور ایک تیسرا امر کہتا ہے کہ میرا عقیدہ سلفی ہے اور فکر سلفی نہیں بلکہ عصری ہے!

آخر یہ لوگ اپنی دعوت کو ہر میدان میں خالص کیوں نہیں کرتے جو ہر جگہ نبوی منہج پر ہو، خواہ

وہ سلوک کا میدان ہو یا دعوت و تبلیغ کا یا کسی بھی شعبے سے تعلق ہو؟!

کیوں کہ اس منہج میں انکا ہدف پورا نہیں ہوگا، انکے مقاصد اس منہج سے مختلف ہیں، دونوں میں ٹکراؤ ہے، اسی لئے انکا موقف واضح نہیں ہوتا، اس طرح جو خالص اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور جو غیر اللہ کی طرف دعوت دیتا ہو دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

نبوی منہج بالکل واضح ہوتا ہے، خواہ دین کی دعوت کا میدان ہو یا لوگوں کے ساتھ تعامل کرنے کا مسئلہ ہو، ایک لونڈی آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے؟ کہتی ہے: آسمان میں، سو آپ اسے مومنہ کہہ دیتے ہیں جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے :

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: " يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟، قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، قَالَ: فَجِئْتُ بِهَا، قَالَ: أَيْنَ اللَّهُ؟، قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟، قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ".

ترجمہ: سیدنا معاویہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے میں نے اسے ایک تھپڑ مارا ہے، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تھپڑ کو عظیم جانا، تو میں نے عرض کیا: میں کیوں نہ اسے آزاد کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لے آؤ“ میں اسے لے کر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ اس نے کہا:

آسمان کے اوپر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) پوچھا: "میں کون ہوں؟" اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے"۔ (سنن ابی داود: ۳۲۸۲)۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج بالکل واضح تھا، اور اسی طرح آپ کے صحابہ کا بھی منہج بالکل واضح تھا۔

* دعوت نبوی کے واضح مواقف:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ موقف ہے جسے آپ نے خارجیوں کے جد امجد ذوالخویصرہ کے ساتھ اپنایا تھا جب اس نے آپ پر اعتراض کیا تھا، جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِي ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اعْدِلْ، قَالَ: "وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ لَقَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَقْتُلَ هَذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي، إِنَّ هَذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ"،

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے جب حنین سے لوٹے تھے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں کچھ چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھی سے لے لے کر بانٹتے تھے اور لوگوں کو دیتے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا: عدل کرو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہ کروں اور تو تو بڑا بدنصیب اور بڑا نقصان والا ہوگیا اگر میں عدل نہ کروں۔“ (یعنی تو مجھے نبی سمجھ کر ایمان لایا اور جب میں ظالم ٹھہرا تو تیرا کہاں ٹھکانا لگے گا) اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے فرمائیے کہ میں اس منافق کو مار ڈالوں اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی پناہ لوگ کہیں گے کہ میں اپنے رفیقوں کو مارتا ہوں۔ (معلوم ہوا کہ زبان خلق سے بچنا چاہیے) اور یہ شخص اور اس کے یار قرآن کو پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلوں سے نہ اترے گا (یعنی دل میں اثر نہ کرے گا) اور قرآن سے نکل جائیں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔“ (بعض وقت زور سے تیر مارو تو پار ہو جاتا ہے اور اس میں خون نہیں بھرتا)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۳)۔

محترم بھائیو! دیکھیں، تحذیر کس قدر واضح ہے، اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، مفہوم بالکل صاف ہے، مگر کچھ متلون مزاج کے حاملین کہتے ہیں کہ اس میں پانچ چھ سات احتمالات پائے جاتے ہیں، ہر کوئی اپنا مفہوم پیش کر رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ کوئی واضح موقف پر ٹھہرا ہی نہیں چاہتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمایا کہ وہ نماز روزہ کریں گے اور تمہارے ہی طرح

ہوں گے مگر تمہارے نماز روزے کو حقیر سمجھیں گے۔

میرے بھائیو! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر سب سے زیادہ خشوع وخضوع والی عبادت آخر صحابہ کرام سے بڑھ کر کون ادا کرسکتا ہے؟ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی عبادت کے بارے میں مثال دیا کہ خوارج انکی عبادت کو بھی حقیر سمجھیں گے، کیونکہ یہ بظاہر خوب انکساری اور خشوع وخضوع دکھائیں گے، مگر اسکا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے وضاحت کے ساتھ فرمایا دیا کہ یہ جہنمی کتے ہیں، اگر میں انہیں پا جاؤں تو قوم عاد کی طرح مار کر تباہ کردوں، یعنی انکی جڑ کاٹ ڈالوں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ حکام کو توفیق دے کہ خوارج کو ختم کردیں۔

محترم بھائیو! یہ واضح موقف ہے، کیا اس وضاحت کے بعد صحابہ کرام ان خوارج سے، ان کے صفات سے یا انکے زہد وورع سے دھوکہ کھائے تھے؟

اس لئے آہ وبکا اور سر پیٹنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، حتی کہ خشوع وخضوع اور اظہار زہد کا کوئی معنی نہیں ہے، اصل اعتبار عقیدہ اور منہج نبوی کی اتباع کا ہے، ہر چیز میں، کوئی فرق نہیں ہے، نہ زمانے کی تفریق اور جگہ کی کوئی تفریق ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کھانے پینے، پہناوے اور سفر وحضر بلکہ رات اور دن ہمہ وقت کرنا ہے، اسی طرح خرید وفروخت میں اور تمام معاملات زندگی میں اسی منہج کی پیروی کرنا ہے، نماز، زکاۃ، حج اور وضو بنانے تک میں نبوی منہج ہی کو اپنانا ہے۔ گویا پوری زندگی اتباع نبوی کا نمونہ ہو، یہی حقیقی محبت ہے جسے اللہ نے بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ

تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ)

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران: ۳۱)۔

اسی طرح کا واضح موقف صحابہ نے بھی اپنایا، ذیل میں ان کے کچھ مواقف کا ذکر کریں گے۔

۲- مرتدین کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واضح موقف، اس وقت کا قدر واضح موقف تھا، حتی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس موقف پر اعتراض کیا، لیکن جب آپ نے سختی سے اپنا موقف پیش کیا کہ اگر وہ اونٹنی کی رسی بھی زکاۃ میں دینے سے انکار کریں گے تو بھی میں ان سے قتال کروں گا۔ تو اس کے بعد موقف سب پر واضح ہو گیا اور اسکے اچھے نتائج سامنے آئے۔

۳- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعدد واضح مواقف ہیں، لیکن جو موقف سب سے زیادہ معروف ہے وہ آپ کا صبیغ بن عسل کے ساتھ وہ موقف ہے جسے آپ نے اپنایا تھا، اس کے ساتھ کیا کیا؟ خوارج نے جب خروج کیا تو اس کے پاس آئے اور کہا کہ معاملہ اب ختم ہو گیا، چلو ہمارے ساتھ، تو صبیغ نے کہا کہ مجھے نیک بندے نے ادب سکھا دیا ہے۔

۴- سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا موقف بھی خوارج بلوائیوں کے ساتھ بالکل واضح تھا، جس وقت انہوں نے آپ کا گھر محاصرہ کر رکھا تھا۔

۵- اسی طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا موقف بھی خوارج بلوائیوں کے ساتھ

بالکل واضح تھا۔

٦-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حلقہ ذکر والوں کے ساتھ جو موقف اختیار کیا تھا وہ بھی بالکل واضح تھا، اس طرح کے آپ نے بہت سارے مواقف اپنائے ہیں جو نتیجہ خیز رہے ہیں۔

اگر بعض طلبہ ان آثار کو جمع کرتے جو آپ کے عمدہ مواقف کے تعلق سے ہیں تو اہل بدعت کا مقابلہ کرنے میں بڑی مدد ملتی، کیونکہ صحابہ کے موقف نبوی منہج پر مبنی ہوتے ہیں جو بہت ہہ واضح ہوتے ہیں، جن کی روشنی میں ایک بدعتی پر رد کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ کچھ اس طرح ہے:

أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نَجْلِسُ عَلَى بَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ فَقَالَ أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بَعْدُ قُلْنَا لَا فَجَلَسَ مَعَنَا حَتَّى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيعًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهُ وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَّا خَيْرًا قَالَ فَمَا هُوَ فَقَالَ إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوسًا يَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ فِي كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ وَفِي أَيْدِيهِمْ حَصًى فَيَقُولُ كَبِّرُوا مِائَةً فَيُكَبِّرُونَ مِائَةً فَيَقُولُ هَلِّلُوا مِائَةً فَيُهَلِّلُونَ مِائَةً وَيَقُولُ سَبِّحُوا مِائَةً فَيُسَبِّحُونَ مِائَةً قَالَ فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا انْتِظَارَ رَأْيِكَ وَانْتِظَارَ أَمْرِكَ قَالَ أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ

يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ ثُمَّ مَضَى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَا هَذَا الَّذِي أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ قَالَ فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ هَؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُونَ وَهَذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ قَالُوا وَاللَّهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَايْمُ اللَّهِ مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولَئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ۔

ترجمہ: عمرو بن یحیی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا بیان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم صبح کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب عبداللہ باہر تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے مسجد تک آیا کرتے تھے اسی دوران حضرت ابوموسی اشعری وہاں تشریف لے آئے اور دریافت کیا کیا حضرت ابوعبدالرحمن (حضرت عبداللہ بن مسعود) باہر تشریف لائے۔ ہم نے جواب دیا نہیں تو حضرت ابوموسی ہمارے ساتھ بیٹھ

گئے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود باہر تشریف لائے جب وہ آئے تو ہم سب اٹھ کر ان کے پاس آ گئے حضرت ابوموسی نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمن آج میں نے مسجد میں ایک ایسی جماعت دیکھی ہے جو مجھے پسند نہیں آئی اور میرا مقصد ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے مخصوص ہے صرف نیکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے دریافت کیا وہ کیا بات ہے حضرت ابوموسی نے جواب دیا شام تک آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ حضرت ابوموسی بیان کرتے ہیں میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور نماز کا انتظار کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک حلقے میں ایک شخص ہے جس کے سامنے کنکریاں موجود ہیں اور وہ شخص یہ کہتا ہے سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔ پھر وہ شخص کہتا ہے سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو لوگ سو مرتبہ یہ پڑھتے ہیں پھر وہ شخص کہتا ہے سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو تو لوگ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان سے دریافت کیا آپ نے ان سے کیا کہا۔ حضرت ابوموسی اشعری نے جواب دیا میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے ان سے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ارشاد فرمایا آپ نے انہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے انہیں ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔

(راوی کا بیان کرتے ہیں) پھر حضرت عبداللہ بن مسعود چل پڑے ان کے ہمراہ ہم بھی چل پڑے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا یہ میں تمہیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں انہوں نے جواب دیا اے ابوعبدالرحمن یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ گن کر پڑھ رہے ہیں

حضرت عبداللہ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گناہوں کو گنو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی ۔اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمہارا ستیاناس ہو تم کتنی تیزی سے ہلاکت کی طرف جارہے ہو یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمہارے درمیان بکثرت تعداد میں موجود ہیں اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہیں جو ابھی پرانے نہیں ہوئے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن ہیں جو ابھی ٹوٹے نہیں ہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ایسے طریقے پر ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو ۔لوگوں نے عرض کی اللہ کی قسم اے ابوعبدالرحمن ہمارا ارادہ صرف نیک ہے ۔حضرت عبداللہ نے ارشاد فرمایا کتنے نیکی کے خواہش مند ایسے ہیں جو نیکی نہیں کرتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم ہوسکتا ہے ان میں سے اکثریت تم لوگوں کی ہو ۔پھر حضرت عبداللہ ان کے پاس سے اٹھ کر آگئے ۔عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں ہم نے اس بات کا جائزہ لیا ان حلقوں سے تعلق رکھنے والے عام افراد وہ تھے جنہوں نے نہروان کی جنت میں خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ مقابلہ کیا ۔(مسند احمد)۔

آپ غور کریں کہ ان کا عمل اور لفظ سب شرعی ہے، مگر ہیئت اور شکل میں فرق ہے جسکی بنیاد پر ان پر نکیر کی گئی ، جس طرح کہ مظاہروں کے بارے میں کبار علماء کمیٹی نے فتوی دیا جو کہ ہر ملک کیلئے عام ہے، مگر متلون مزاج کے حاملین کہتے ہیں کہ فلاں ملک میں حرام ہے اور فلاں ملک

میں جائز ہے!

انکے یہاں ہر چیز میں تلون مزاجی ہے، احکام دین میں بلکہ ہر معاملے میں، اسی لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اہل حلقہ سے کھل کر کہا تھا کہ اللہ کی قسم! تم باطل ملت پر ہو۔ کیونکہ وہ غیر مشروع طریقے پر عمل کر رہے تھے، اسی منہج کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ سے اہل باطل میں سے کوئی آکر کہتا ہے کہ میں تو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس سے بہتر کوئی دعوت نہیں۔

ٹھیک ہے، نعرہ اللہ کی طرف دعوت کا ہے مگر طریقہ بدعتی ہے، سنی نہیں ہے، تمہاری دعوت اخوانی یا سروری ہے۔ اور اسی منہج نے ہمارے نوجوانوں کو بگاڑ رکھا ہے، منہج نبوت سے انہیں گمراہ کر رکھا ہے، یہ دعوی کرتے ہوئے کہ وقت کی زبان سے ہمارا منہج موافق ہے اور جسے یہ فقہ الواقع سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہمارے پاس صرف نبوی منہج ہے، ایک ہی منہج ہے، زمانے کے ساتھ ہمارا منہج بدلتا نہیں ہے، بالکل واضح ہے، ہمارے پاس یا تو سنت ہے یا پھر بدعت، توحید ہے یا پھر شرک، نیکی ہے یا پھر معصیت، استقامت ہے یا پھر انحراف۔

ایسا نہیں ہے کہ کہیں پر نبوی منہج اختیار کریں اور کہیں پر گمراہیوں کو اپنالیں اسے نیکی سمجھ کر!

کوئی بھی گمراہی نیکی نہ ہی ہوسکتی ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ تک لے جانے والی ہے۔

اسی لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے بدعت کہا اور ہر بدعت گمراہی ہے اسلئے سب کوئی آکر یہ نہیں کہہ سکتا کہ نہیں، یہ بدعت گمراہی نہیں ہے!

پتہ چلا کہ کتاب وسنت پر عمل کرنے کیلئے صحابہ کے عمل اور فہم کے مطابق ہونا ضروری ہے، اور ان لوگوں کی اقتداء کرنا ضروری ہے جنہوں نے صحابہ کرام کی اتباع معروف طریقے سے کی ہے۔

کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنکے طریقے کا تزکیہ کیا گیا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گمراہ فرقوں کا ذکر کیا تو اس جماعت کو الگ کر دیا، جیسا کہ حدیث افتراق میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے ساتھ ہو بہو وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آ چکی ہے، (یعنی مماثلت میں دونوں برابر ہوں گے) یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس فعل شنیع کا مرتکب ہوگا، بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اور ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سبھی جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ کون سی جماعت ہوگی؟

آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے"۔ (سنن ترمذی: ۲۶۴۱)۔

یہی جادہ حق ہے، اور یہی واضح موقف ہے، یہاں آج کے دن سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا زمانہ ہے اسلئے اس سے وہی اسلام مراد ہے نہ کہ" آج کا اسلام" یہ سب گمراہی ہے، نبی کے دور کا اسلام اصل اسلام ہے، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قائم تھے۔

اس لئے آپ خود کو دیکھیں، اپنے عقیدے اور منہج کا جائزہ لیں، اپنی عبادت، اخلاق اور معاملات پر غور کریں کہ کیا آپ ان سب جگہوں پر بالکل واضح ہیں یا نہیں۔

کیونکہ واضح موقف ہر جگہ ضروری اور مطلوب ہے خواہ اپنی ذات کے ساتھ ہو یا رب کے ساتھ، گھر والوں کے ساتھ ہو یا دیگر لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں ہو، اسی لئے اس منہج پر عمل کرنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ انکا منہج بالکل واضح ہوتا ہے انہیں انکا مخالف بھی پہچانتا ہے، جب جن کا منہج واضح نہیں ہوتا ہے وہ ہر اس فکر اور منہج کی طرف لپک پڑتے ہیں جہاں انہیں کچھ نفع دکھائی دیتا ہے، وہ اپنے مقصد کے حصول میں اپنا منہج بھی بدلتے رہتے ہیں، مگر جسکا منہج واضح ہوتا ہے وہ ہر جگہ اور ہر مجلس میں وہی ایک ہی منہج اپناتا ہے، اپنے واضح منہج کو پیش کرنے سے گھبراتا نہیں ہے، کیونکہ جسکے پاس حق ہوتا ہے اسکے پاس ہیبت و وقار ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذلت و رسوائی اس شخص کیلئے مقدر ہے جو میرے حکم کی نافرمانی کرے۔ جسکا مفہوم مخالف یہ ہیکہ عزت و وقار اس شخص کیلئے ہے جو میرے منہج پر چلتا ہے۔

آپ پر کسی کہ صحبت اختیار کرنے سے دور رہیں، کیونکہ ہر کوئی مونس وغمخوار نہیں ہوتا،ممکن ہے اپنا مقصد پورا کرے اور چلتا بنے، فتنے اسی طرح آتے ہیں کہ جس میں ناتجربہ کارلوگ بہک جاتے ہیں جبکہ تجربہ کارلوگ ثابت قدم رہتے ہیں، وہ لوگوں کوشریعت کی طرف دعوت دیتے ہیں نہ کہ سڑک کی زبان کی طرف، عالم اسلام کے اندر سڑکوں پر جو کچھ ہوا اسے ہر ایک سنا اور دیکھا۔

ان سڑکوں پر کیا نعرے لگائے گئے، آپ کو تعجب ہوگا کہ اللہ کیلئے کوئی غضب ناک ہو کر سڑکوں پر نہیں نکلا، توحید اور اقامت دین کی خاطر کسی نے آواز نہیں اٹھائی، ساری چیخ و پکار لبرل ازم اور آزادی کیلئے، جمہوریت اور اظہار رائے کیلئے! اسی لئے ان دعوتوں میں کوئی واضح موقف نہیں ہے۔

موقف کا واضح ہونا بہت اہم ہے، اس سے دعوت کے پھیلنے میں آسانی ہوتی ہے، کیونکہ اس سے آپ کا مخالف بھٹکتا نہیں ہے، آپ اسے اچھی طرح سمجھ لیں گے، کیونکہ وہ بھی آپ کو اچھی طرح سمجھتا ہے، چنانچہ اگر آپ کسی رافضی کے پاس آ کر پوچھیں گے کہ کیا تم سنی ہو؟ تو وہ فوراً کہے گا کہ نہیں میں سنی نہیں ہوں۔ اسی طرح اگر کسی بدعتی کے پاس آ کر پوچھیں گے کہ کیا تم سلفی ہو؟ تو وہ فوراً کہے گا کہ نہیں میں سلفی نہیں ہوں۔

یہ لوگ حق کی طرف اپنی نسبت نہیں کر سکتے، انہیں اسکی توفیق ہی نہیں۔

اور جب ہم سلفیت کہتے ہیں تو اس سے وہی اسلام مراد ہوتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چاروں خلفاء کے زمانے میں تھا، اور جسکی اتباع بعد کے ائمہ دین نے کیا، اسی موقف اور منہج کے ساتھ جو بالکل واضح ہے، جنکی دعوت واضح ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ میں نے تم کو ایسی روشن راہ پر چھوڑا ہے جسکی رات بھی اسکے دن کی مانند اجالا ہے، جس سے وہی بھٹک سکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو۔

اس لئے منہج نبوی پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، یہی منہج سلامتی کا عنوان اور استقامت کی پہچان ہے، دین میں تلون مزاجی سے دور رہیں، یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔

اسی لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ منکر وہی ہے جسے آپ معروف سمجھتے ہوں جبکہ وہ منکر ہے اور منکر سمجھتے ہوں جبکہ وہ معروف ہے۔

اگر اس طرح کا معاملہ ہو جائے تو سمجھ لیں کہ آپ فتنے میں واقع ہو چکے ہیں، اور قریش کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تین لبھانے والی چیزوں میں سے کسی ایک کا شکار ہو چکے ہیں: اقتدار، دولت یا عورت کے فتنے کا۔

دعوت کے میدان میں جب کوئی ان فتنوں کا شکار ہوتا ہے تو وہ اہل سنت والجماعہ کی محفلوں میں نہیں دکھائی دیتا، بلکہ وہ اہل بدعت کے ساتھ خواہشات نفس کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے ہدایت کو ترک کر دیا، ارشاد باری تعالی ہے: (أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم) ترجمہ: تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟ (محمد: ۱۴)۔

اس لئے حق کو لازم پکڑیں، کتنے ایسے ہیں جو قرآن سے استدلال کرتے ہیں مگر سنت کے منکر ہوتے ہیں، قرآن سے استدلال اپنے باطل دعوؤں پر کرتے ہیں، جب کہ سنت قرآن کی تفسیر

اور وضاحت ہے، بلکہ سنت ہی اہل باطل پر حجت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ایک بدعتی جب بھی قرآن اور حدیث سے استدلال کرتا ہے تو وہی دلیل اسکے خلاف حجت بن جاتی ہے۔

اگر اس عبارت پر غور کریں گے تو بالکل درست پائیں گے، کیوں؟ کیونکہ حق کبھی بھی باطل کیلئے حجت نہیں بن سکتا، ارشاد باری تعالی ہے:(وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا) ترجمہ: اور کہہ دو حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔(الاسراء:۸۱)۔

حق اسی طرح واضح ہوتا ہے، فتنوں کے وقت روشنی عطا کرتا ہے، تاریکی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو یہ روشنی دیتا رہتا ہے، اسلئے اہل باطل اسے حجت نہیں بنا سکتے۔

اسلئے میرے سنی نوجوانو! حق پر ثابت قدم رہو، یہ واضح موقف بھی ایک آزمائش ہے، تلون مزاجی سے دور رہو! اسکا راستہ بہت مختصر ہے لوگ اس سے استفادہ کریں گے، کیونکہ یہ سچی اور واضح زبان ہے، جب کہ اہل بدعت عموما تلون مزاجی کا شکار رہوتے ہیں، ان کا موقف واضح نہیں ہوتا، وہ اپنے منہج کو چھپاتے ہیں، اپنی دعوت کے طریقہ کار کو اور اپنی کتابوں کو بلکہ اپنے عقیدے اور منہج تک کو چھپاتے ہیں، انہیں ہر جگہ ظاہر نہیں کر سکتے۔

جبکہ اہل حق اپنے عقیدے اور منہج میں اپنی عبادت اور معاملات میں بالکل واضح ہوتا ہے، اپنی تحریروں، مجلسوں اور معاملات میں واضح ہوتا ہے، یہی منہج ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، کہ لوگ ایک ہی مجلس میں متاثر ہو جاتے تھے جب کہ اہل باطل کی کئی مجلسوں میں بیٹھ کر بھی حق

واضح نہیں ہوتا ہے، انسان حیران و پریشان رہتا ہے۔ کیونکہ انکے یہاں تمدن مزاجی ہے، یہ ایک منہج پر باقی نہیں رہتے ہیں۔

معاصر زبان میں شفافیت کی اصطلاح رائج ہے جبکہ اسکے مقابلے ضبابیت یعنی کہر آلود کی اصطلاح ہے، جوکہ اہل باطل کیلئے فقہ جدید ہے، معاملات سے نپٹنے کیلئے اسی کا استعمال کرتے ہیں، کیونکہ انکے اپنے مصالح ہوتے ہیں، انہیں اللہ پر بھروسہ نہیں ہے، انہیں نہیں معلوم کہ حق بولنے پر اللہ کی مدد ملتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) ترجمہ: پس عنقریب اللہ تمہیں ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۱۳۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ) ترجمہ: بے شک ہم تمہیں مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔ (الحجر: ۹۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ) ترجمہ: اور بے شک ہمارا لشکر، یقینا وہی غالب آنے والا ہے۔ (الصافات: ۱۷۳)۔

اسے نہیں پتہ کہ اللہ اسکے ساتھ ہے کہ اگر وہ ساتھ چھوڑ دے تو اسے رسوا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ) ترجمہ: اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔ (محمد: ۳۸)۔

آگے کا خطاب شیخ صالح بن سعد سحیمی حفظہ اللہ کا ہے:

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

وبعد:

دعا ہیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہیں لوگوں میں شامل کرے جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ) ترجمہ: اور جب بھی اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں کچھ لوگ اکٹھا ہو کر قرآن کریم پڑھتے ہیں یا ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں، تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں کرتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:۲۲۵)۔

محترم بھائیو! ابھی تک ہمارے محترم برادرم اور معروف داعی شیخ محمد بن رمزان ہاجری حفظہ اللہ" دعوت دین کی اشاعت میں منہج کی وضاحت اور اسکا اثر" جیسے اہم موضوع پر خطاب فرمارہے تھے۔

اسلامی دعوت کا پیغام بالکل واضح ہے، اس میں کوئی غموض اور پوشیدگی نہیں ہے، اسے ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے، ہاں جن کی بصیرت مرچکی ہو وہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، اسی طرح جو اپنی دعوت کی بنیاد منہج نبوت پر نہیں رکھتے، اور نہ ہی وہ کتاب وسنت، اجماع اور اقوال صحابہ پر کلی اعتماد کرتے ہیں۔ اسی طرح جو دعوت دین کے میدان میں اپنی پسند کے اصولوں کو اپناتے ہیں، جو

سمجھ میں آیا لے لیا اور جو سمجھ میں نہیں آیا اسے ترک کر دیا، بلکہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بعض دعوتی جماعتیں اور تنظیمیں اصل اصول ہی کو ترک کر دیتی ہیں یعنی توحید باری کو، یہ دعوی کرتے ہوئے کہ اس سے امت میں تفریق ہوگی۔

جی ہاں، تفریق ہوگی، یہ لوگوں کو دو فریق میں بانٹ دیتا ہے ایک جنت میں اور دوسرا دوزخ میں۔

کچھ لوگوں کو بہتر فرقوں میں شامل کر دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو فرقہ ناجیہ میں، جس کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہی الجماعہ ہیں، اور یہی لوگ ہمارے اور ہمارے صحابہ کے منہج پر ہیں، قول وعمل اور اعتقاد ہر اعتبار سے، ارشاد باری تعالی ہے: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا)

ترجمہ: بلاشبہ یقینا تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔ (الأحزاب: ۲۱)۔

یہ دعوت کتاب وسنت سے مستفاد ہے، افراط وتفریط اور غلو وکوتاہی سے کوسوں دور ہے۔

اسی مملکہ کے اندر کچھ نوجوانوں نے ہمارے ایک فاضل داعی سے درس کے اہتمام کا مطالبہ کیا، کسی نے کہا کہ یہاں تمام لوگ موجود ہوں گے، اگر ہم کوئی خالی جگہ تلاش لیتے تو بہتر ہوتا!!

یہ دراصل صحراء اور وادیوں کو تلاش کرتے ہیں، غاروں اور پہاڑوں میں جانا چاہتے ہیں، جہاں انہیں کوئی نہ دیکھ سکے، اور جہاں سے یہ اپنی پلاننگ کریں۔

بہر حال شیخ نے کہا کہ ہمارے پاس اس طرح کی ملاقات کیلئے ایک بڑی جگہ ہے۔

پھر شیخ انہیں لیکر ایک مسجد میں گئے اور کہا کہ یہی جگہ ہے۔

یہ ہمارے فاضل برادرم شیخ زید بن ھادی مدخلی تھے۔

میرے دینی بھائیو!

یہ ایک بہت ہی واضح قاعدہ ہے جیسا کہ ہمارے فاضل برادرم نے بیان کیا کہ ہر وہ دعوت جسے چھپائی جائے وہ کبھی بھی اسلامی دعوت نہیں ہوسکتی ہے، وہ دعوت نبوی منہج پر نہیں ہوسکتی ہے، منہج حق سے وہ دور ہوگی۔

اس میں بدعات وضلالت اور خرافات کیلئے پلاننگ ہوگی۔

خوارج کے مذہب پر اسکی بنیاد ہوگی جائے مطابق وہ پلاننگ کریں گے۔

اقتدار اور عہدوں کی خاطر اس میں فاسد مذاہب کی بنیاد رکھی جائے گی، اور پھر اسے کم فہم لوگ پھیلائیں گے جنہیں نبوی منہج کا کوئی شعور نہیں ہوگا۔

عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر تم کچھ لوگوں کو دیکھو کہ وہ عام لوگوں کو چھوڑ کر دین کے معاملے میں شرگوسی کررہے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ گمراہی کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔

ہمارے فاضل مشائخ نے ہمیں اسی واضح دعوت کی تعلیم دی ہے جو منہج نبوی پر مبنی ہے، کتاب وسنت اسکا شعار ہے، اور افراط وتفریط سے دور ہے۔

جہاں تک ان دعوتوں کا تعلق ہے جنہیں آپ صحراؤں میں یا غاروں میں، یا مشکوک ذرائع ابلاغ ہی میں سنتے ہیں وہ سب فاسد دعوتیں ہیں، وہاں کے داعی فاسد ہیں، انہیں چاہنے والے

بھی فاسد ہیں، جو ان دعوتوں کو قبول کرتے ہیں وہ فاسد ہی قبول کریں گے۔

چنانچہ میں بالکل واضح طور کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جولوگ مظاہروں کیلئے دعوت دیتے ہیں وہ کم فہم بیوقوف مریض دلوں کے مالک ہوتے ہیں، انہیں عالمی صیہونیت اجرت پر استعمال کرتی ہے، انکے پیچھے چھ قسم کے لوگ رہتے ہیں، اور سب تاریکیوں میں کام کرتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنادی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح کافروں کے لیے وہ عمل خوشنما بنادیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔(الانعام: ۱۲۲)۔

وہ چھ قسم کے لوگ جو تاریکیوں میں کام کرتے ہیں:

پہلی قسم: مغرب اپنے تمام فاسد اور باطل افکار ونظریات اور ادیان کے ساتھ۔

یہی لوگ اس دعوت کی تائید کرتے ہیں، جسکا مقصد مسلم حکومتوں کو تباہ کرکے وہاں پر عہدوں اور مناصب کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔

دوسری قسم: روافض، قناۃ العالم جیسے چینلوں سے یہ ہمارے ملکوں پر حملہ کرتے ہیں اور ہر طرح سے انہیں بدنام کرتے ہیں، لیکن اکثر ناکام رہتے ہیں۔

تیسری قسم: خوارج، خواہ چھپ کر میدان عمل میں کام کرنے والے ہوں یا قعدہ ہوں جو

نوجوانوں کو بھڑکاتے ہیں۔جیسا کہ انہیں میں سے ایک نے ملک کے اندر دستوری شاہی حکومت بنانے کا مطالبہ کیا تھا، انہیں کو صحوجی کہتے ہیں جو دینی بیداری کا دعوی کرتے ہیں مگر اپنے ملکوں کی تباہی کیلئے بددین کمنسٹوں اور لبرلوں کا ساتھ دیتے ہیں۔

چوتھی قسم: یہی لبرل اور الحاد کے داعی ہیں جو خوارج کا ساتھ دیتے ہیں۔

پانچویں قسم: عہدوں اور مناصب کے رسیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر آپ خروج کرنے والوں پر غور کریں گے تو دیکھیں گے کہ انکا ہدف دو میں سے کوئی ایک ہوتا ہے: یا تو وہ دولت کے پجاری ہوتے ہیں انہیں دولت چاہیئے یا پھر وہ اقتدار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ یہی لوگ آگے آگے ہوتے ہیں اور پھر انکے پیچھے کم فہم بیوقوفوں کی بھیڑ ہوتی ہے، جنہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

چھٹی قسم: کرائے کے ٹٹو، جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ہے۔

یہ ملک جو کہ توحید پر قائم ہے یہاں ان سب کی پلاننگ برباد ہوجائے گی اور یہ سب اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہوں گے، گرچہ یہ تمام جائز اور ناجائز وسائل کا استعمال کررہے ہیں، بلاد توحید میں انہوں نے مظاہروں کی دعوت دی ہے، اللہ انہیں ناکام کرے گا، اور تباہی کے ساتھ لوٹیں گے، ہم تمام نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں۔

سننے میں آیا ہیکہ امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے اپنے نامہ نگاروں کو مملکت سعودی عرب کے اندر ہر جگہ پھیلا رکھا ہے تاکہ جمعہ کے دن متوقع مظاہروں کی رپورٹ شائع کریں، انہوں نے قبول کیا کہ ہم نے اپنے لوگوں کو پورے ساز وسامان کے ساتھ پورے مملکہ میں پھیلا رکھا

ہے تا کہ وہاں پیش آنے والے واقعات کو دکھائیں۔

مگر ہماری قوم نے ان تمام دشمنان مملکہ کو ناکام بنا دیا، یہاں کی عوام اپنی قیادت کے ساتھ کھڑی ہے، اپنے علماء کی قدر کرتی ہے، انہیں اس قسم کے فتنوں اور ہنگاموں سے متزلزل نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دوسرے اخبار نے کہا کہ ہم دبئی سے پانچ نامہ نگاروں کے ساتھ آئے تھے، تاکہ پیش آنے والے واقعات کی رپورٹنگ کر سکیں، ہم خزامی ہوٹل میں ٹھہرے تھے، مگر وہیں پر قہوہ پی کر واپس دبئی چلے گئے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے ان دشمنان مملکہ کو ناکام بنا دیا، اور ان کی مذموم امیدوں کو خاک میں ملا دیا، ہمارے فاضل برادرم شیخ محمد بن رمزان ہاجری حفظہ اللہ نے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے، آپ نے اس موضوع پر عمدہ اصول اور قواعد پیش کئے جو بہت ہی اہم ہیں، جن کی روشنی میں ہمیں چلنا چاہئے۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

